OPEN ACCESS: Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
ISSN (ONLINE): 2707-1219 & ISSN (PRINT): 2707-1200
http://www.arjish.com

عصر حاضر میں تصور شیخ: ایک تحقیقی و تنقیدی مطالعہ

The Concept of Sheikh in the Contemporary Era: A Research and Critical Study

Dr. Asma Aziz
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, GCWUF
Email: asmaaziz@gcwuf.edu.pk

Alvia Fatima
M.Phil Scholar, Department of Islamic Studies, GCWUF
Email: Alviafatima05@gmail.com

Received on: 10-01-2026 Accepted on: 15-02-2026

Abstract

The Research Paper titled The Concept of Sheikh in the Contemporary Era: A Research and Critical Study, examines the linguistical and terminological meaning of Sheikh and explains his role as a spiritual and moral guide in the Islamic tradition. It also explores the concept and status of the Sheikh in the contemporary era, particularly in relation to spiritual guidance, moral reform, and the Sheikh-disciple relationship. The study presents a research-based and critical analysis of the contemporary concept of Sheikh and highlights the need to distinguish authentic spiritual guidance from practices such as blind following, personality worship, and excessive veneration. The research emphasizes that the contemporary Sheikh should possess sound religious knowledge, moral character, spiritual insight, and adherence to the Quran and Sunnah.

Keywords: Sufism, Concept of Sheikh, Contemporary Era, Critical Study, Islamic Teaching.

تمہید:

اللہ رب العزت نے انسان کو اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا۔ اور عبادت کرنے کا سب سے بلند مقام یہ ہے کہ انسان اللہ رب العزت کی عبادت یوں کرے کہ گویا انسان اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔ اور اس مقام تک پہنچنا تزکیہ کے بغیر ناممکن ہے۔ تزکیہ نفس سے مراد یہ ہے کہ انسان کا باطن ہر قسم کی آلائشوں سے پاک ہو کر آئینہ کی طرح شفاف ہو جائے۔ یہی تزکیہ نفس کرنے کے لیے انبیاء کرام اس دنیا میں تشریف لائے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَۚ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ(۱)

(بیشک اللہ نے ایمان والوں پر بڑا احسان فرمایا جب ان میں ایک رسول مَبعوث فرمایا جو انہی میں سے ہے۔ وہ ان کے سامنے اللہ کی آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ یہ لوگ اس سے پہلے یقیناکھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔)

انبیاء کرام کے بعد یہ فریضہ ان باعمل علماء کرام، شیوخ و اولیاء کرام کو سونپا گیا جو انبیاء کرام کے اخلاق سے متصف ہوتے ہیں اور جنہیں ظاہر و باطن میں ان کی اتباع نصیب ہوتی ہے۔

شیخ کا لغوی معنی:

کسی بھی اصطلاح کے صحیح مفہوم تک رسائی کے لیے اس کے لغوی مفہوم کو جاننا ضروری ہے کیونکہ لغوی مفہوم ہی اصطلاحی معنی کو سمجھنے کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ اسی لیے شیخ کے اصطلاحی مفہوم سے قبل اس کا لغوی معنی کا جائزہ مندرجہ ذیل ہے۔ شیخ کے لغوی مفہوم سے متعلق قول ہے کہ:

الشیخ من الستبأنت فیه السن وظهر علیه الشیب (۲)

(شیخ اسے کہا جاتا ہے جس کی عمر دراز ہو اور جس پر بڑھاپا طاری ہو۔)

ایک اور تعریف کے مطابق:

الشیخ من ادرک الشیوخه وذوالمکانه من علم او فضل او ریأسة(۳)

(شیخ اس شخص کو کہاجاتا ہے جو بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائے نیز شیخ اس شخص کو بھی کہا جاتا ہے جو علم فضیلت یا قیادت و منصب کے باعث بلند مرتبہ کا مالک ہو۔)

لغوی اعتبار سے شیخ سے مراد صرف ایسا شخص نہیں جو بزرگ ہو بلکہ ایسا فرد بھی ہے جو طویل تجربات اور وافر علم کی بنا پر وقار، دانائی اور راہنمائی کا مقام حاصل کر چکا ہو جیسا کہ مذکورہ لغوی تعریف سے ثابت ہے۔

شیخ کا اصطلاحی مفہوم:

لغوی اعتبار سے شیخ عمر رسیدہ اور باوقار شخص کو کہا جاتا ہے لیکن تصوف کی اصطلاح میں یہ لفظ ایک خاص مفہوم رکھتا ہے۔ اہل تصوف کے نزدیک شیخ اس کامل شخصیت کو کہا جاتا ہے جو روحانی کمالات سے آراستہ ہو، شریعت و طریقت کا علم رکھنے والا ہو، سالک کی تربیت، تزکیہ نفس اور سلوک کی منازل طے کرانے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اسی بنا پر مختلف صوفیاء کرام اور اہل علم نے شیخ کی اصطلاحی تعریفات بیان کی ہیں ۔ ایک تعریف یوں کی گئی ہے کہ:

والشیخ عند السّالکین هو الذي سلك طریق الحقّ وعرف المخاوف والمهالك، فیرشد المرید ویشیر إلیه بما ینفعه وما یضرّه. وقیل الشیخ هو الذي یقرّر الدین والشّریعة في قلوب المریدین والطّالبین. (۴)

(صوفیہ کے نزدیک شیخ وہ ہے جس نے حق تعالیٰ کی طرف جانے والا راستہ طے کیا ہو اور وہ اس کے خطرات و ہلاکت خیز مقامات سے واقف ہو۔ پھر وہ مرید کی راہنمائی کرے اور اسے ایسے امور کی طرف اشارہ کرے جو اس کے لیے نفع بخش ہوں اور ان چیزوں سے آگاہ کرے جو اس کے لیے نقصان دہ ہوں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ شیخ ایسا شخص ہے جو مریدیں اور طالبین کے دلوں میں دین اور شریعت کو راسخ اور مستحکم کر دے۔)

اہل تصوف کے نزدیک شیخ صرف ایک عمر رسیدہ یا صاحب علم شخص کا ہی نام نہیں بلکہ وہ کامل مربی اور روحانی راہنما ہے جو شریعت، طریقت اور حقیقت کا جامع علم رکھتا ہو، خود راہ سلوک طے کر چکا ہو، تزکیہ نفس اور اصلاح باطن میں مہارت رکھتا ہو، مرید کی روحانی تربیت کی صلاحیت رکھتا ہو اور اپنے علم، عمل، تقویٰ اور حسن اخلاق کے ذریعے عوام الناس کے دلوں میں محبت الٰہی پیدا کرے۔

عصر حاضر میں تصور شیخ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ:

اسلامی تہذیب و روایت میں شیخ و مرشد کا تربیتی نظام ہمیشہ روحانی اصلاح، تزکیہ نفس اور اخلاق کی ترقی و بلندی کا ایک مؤثر ذریعہ رہا ہے۔ صوفی ادب میں شیخ کامل کو ایسا روحانی مربی و مزکی قرار دیا گیا ہے جو قرآن و سنت کی تعلیمات کی روشنی میں سالک کی باطنی اصلاح کرتا ہے، اس کے اخلاق و کردار کو بلندی و ترقی کی راہ پر گامزن کرتا ہے اور اس کی رضائے الٰہی و معرفت الٰہی کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ اسلام میں خانقاہوں کو صرف عبادت گاہ ہی نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ ان کا شمار علم و تربیت، دعوت الی اللہ، خدمت خلق اور اصلاح معاشرہ کے اہم مراکز میں ہوتا تھا۔ اور انہی مراکز نے تاریخ اسلام کے مختلف ادوار میں اشاعت دین، اخلاقی اقدار کے فروغ اور معاشرتی استحکام میں نمایاں کردار ادا کیا۔

تاہم اس نظام کو مختلف ادوار میں مثبت و منفی دونوں طرح کے اثرات کا سامنا رہا ہے خصوصا دور حاضر میں کہ جب معاشی، سیاسی، معاشرتی اور ابلاغی ذرائع میں غیر معلمولی تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں تو شیخ کے تصور میں بھی مختلف تصورات جنم لے رہے ہیں۔ اس تربیتی نظام کو بعض اوقات شہرت، معاشی مفادات، خاندانی وراثت اور سماجی اثر و رسوخ کے ساتھ اس انداز سے جوڑ دیا گیا کہ اصل مقصد اصلاح پس پشت چلا گیا۔

دور حاضر میں تصور شیخ کے تنقیدی جائزے کی ضرورت اس لیے بھی ضروری ہے کہ مختلف ذرائع ابلاغ نے مذہبی شخصیت کے اثر و رسوخ کو بہت وسیع کر دیا ہے۔ اس صورت حال میں عوام الناس کے لیے کامل و ناقص شیخ کامل میں امتیاز کرنا اہم ہو گیا ہے۔ اگر شیخ کا انتخاب شرعی معیار کے مطابق نہ ہو تو اس کے نتائج سنگین بھی ہو سکتے ہیں اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ شیخ کی حیثیت، مقام، اختیارات و ذمہ داریوں کو قرآن و حدیث کی روشنی میں سمجھا جائے۔ اسی تناظر میں اس عنوان کے تحت دور حاضر میں رائج شیخ کے تصور کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ پیش کیا جا رہا ہے تاکہ واضح ہو سکے کہ موجودہ دور میں اس تصور میں کن پہلوؤں میں اصلاح کی ضرورت ہے۔

اندھی تقلید

اندھی تقلید سے مراد کسی شخص کے اقوال، افعال یا رائے کو بغیر کسی تحقیقی و دلیل یا شرعی معیار کے قبول کر لیا جائے۔ دین اسلام میں انسان کو ہر کام میں عقل و شعور اور فکر سے کام لینے، قرآن و سنت کو معیار بنانے اور ہر کام میں حق کی تلاش کا حکم دیا اسی لیے کسی بھی شخص خواہ وہ عالم ہو، زاہد ہو، فقیہ ہو یا شیخ و مرشد ہو کی قرآن و سنت کے خلاف اطاعت کو شریعت اسلامیہ میں ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَاِذَا قِيْلَ لَـهُـمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِـعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُـمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَـهْتَدُوْنَ(۵)

اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا، کیا اگرچہ ان کے باپ دادا کچھ بھی نہ سمجھتے ہوں اور نہ سیدھی راہ پائی ہو؟

اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کے طرز عمل کی مذمت فرمائی جارہی ہے جو صرف اپنے آباؤاجداد کی پیروی کو ہی کافی خیال کرتے ہیں۔ لہذا یہ آیت بغیر دلیل کسی بھی شخص کی پیروی کی مذمت بیان کرتی ہے۔ اسی لیے صوفیاء کرام نے بھی کسی بھی شخص کی پیروی جو کہ قرآن و سنت کے خلاف ہو کو ناجائز قرار دیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ:

السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ، مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ، فَإِنْ أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ، فَلَا سَمْعَ عَلَيْهِ وَلَا طَاعَةَ(٦)

(جب تک معصیت کا حکم نہ دیا جائے مسلمان پر سمع و طاعت لازم ہے خواہ وہ پسند کرے یا ناپسند کرے، اور اگر اسے معصیت کا حکم دیا جائے تو نہ اس کے لیے سننا ضروری ہے اور نہ اطاعت کرنا۔)

یہ حدیث اس اصول کو واضح کرتی ہے کہ شیخ، استاد یا کسی بھی بزرگ کی اطاعت صرف اسی صورت میں جائز ہے جب وہ اللہ رب العزت اور نبی اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق ہو۔ شیخ کے تصور کے تناظر میں یہ اصول لاگو ہوتا ہے کہ شیخ یا مرشد کا مقام بلاشبہ ادب و احترام اور اطاعت کا ہے مگر اس کی اطاعت اس وقت معتبر سمجھی جائے گی جبکہ وہ قرآن و سنت کے مطابق ہو۔ اس سے متعلق امام شافعیؒ کا قول مبارک ہے کہ:

إذا رأيتم الرجل يمشي على الماء فلا تغتروا به حتى تعرضوا أمره على الكتاب والسنة (٧)

(اگر تم کسی شخص کو پانی پر چلتے دیکھو تو اس سے دھوکا نہ کھاؤ، یہاں تک کہ اس کے عقائد، اقوال اور اعمال کو کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ کی کسوٹی پر پرکھ لو۔)

شیخ کی اطاعت کا مقصد سالک کی اصلاح اور قرب الٰہی کے حصول کو ممکن بنانا ہے نہ کہ اس کی عقل و بصیرت کو معطل کر دینا۔ اگر مرید شیخ کے اقوال و افعال کو بغیر کسی شرعی دلیل کے قبول کرنے لگے تو یہ صحیح اتباع نہیں بلکہ اندھی تقلید ہو گی جو کہ اسلامی تعلیمات اور حقیقی تصوف کے سراسر منافی ہے۔

غلو فی الشیخ

عصر حاضر میں غلو فی الشیخ کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے اور یہ ایک ایسا رجحان ہے جو بعض روحانی حلقوں میں مختلف صورتوں میں سامنے آ رہا ہے۔ غلو کی تعریف کرتے ہوئے ابن منظور رقمطراز ہیں کہ:

وغلا في الدين والأمر يغلو غلوا : جاوز حده(۸)

(دین کا کسی بھی معاملے میں غلو کرنا یہ ہے کہ انسان اس کی مقررہ حدود سے تجاوز کرے۔)

یعنی کسی بھی کام میں مقررہ حد سے آگے بڑھ جانا غلو ہے۔ اس طرح غلو فی الشیخ سے مراد یہ ہو گا کہ شیخ کی محبت و عقیدت میں اتنا بڑھ جانا کہ انہیں انسان کی صفت سے نکال کر مافوق الفطرت کے درجہ پر فائز کر دینا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ (۹)

(تم اپنے دین میں حد سے نہ نکلو۔)

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دین کے کسی بھی معاملے میں غلو اور افراط سے بچنا ضروری ہے۔ اسی عمومی اصول کی روشنی میں شیخ، پیر یا کسی بھی دینی شخصیت کی تعظیم بھی شریعت کی مقررہ حدود کے اندر رہ کر ہونی چاہیے۔ لہٰذا اگر کسی شیخ سے متعلق ایسے عقائد و تصورات کو اختیار کیا جائے جو اسے معصوم، ہر حال میں واجب الاطاعت یا شریعت مطہرہ سے بالاتر ثابت کریں تو یہ غلو کے زمرے میں آئے گا جس کی ممانعت قرآن و حدیث میں موجود ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی ذات مبارک کے بارے میں بھی غلو سے منع فرمایا۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

لا تُطْرُونِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ، فَقُولُوا: عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ (۱۰)

(مجھے میرے مرتبے سے زیادہ نہ بڑھاؤ جیسے عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کو نصاریٰ نے ان کے رتبے سے زیادہ بڑھا دیا ہے۔ میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں، اس لیے یہی کہا کرو (میرے متعلق) کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔)

جب نبی کریم ﷺ نے محبوب خدا ہونے کے باوجود اپنی شان میں غلو کرنے سے منع فرمایا ہے تو کسی بھی شیخ یا پیر کی تعظیم میں غلو کرنا بھی شرعی اصولوں کے خلاف ہے۔ دین اسلام میں ہر شخص کی تعظیم کا دارومدار یہ ہے کہ شریعت کی حدود سے بالاتر ہو کر نہ کی جائے۔

دین اسلام اور صوفی ادب میں شیخ کے ادب واحترام کی تلقین کی جاتی ہے مگر جب یہ تعظیم شرعی حدود سے تجاوز کرنے لگے تو یہ غلو فی الشیخ کہلاتا ہے۔ آئمہ کرام اور صوفیاء عظام اس قسم کی تعظیم ومحبت میں ہونے والے افعال واعمال کی کی ہمیشہ نفی کرتے آئے ہیں۔

عصر حاضر میں غلو فی الشیخ کی بعض عملی صورتیں بھی سامنے آئی ہیں جیسے بعض افراد کا اپنے شیخ ومرشد کے سامنے انتہائی جھک جانا، قبروں پر سجدہ کرنا وغیرہ۔ اس قسم کے تمام طرز عمل جو شریعت اسلامیہ کی حدود کو متجاوز کریں اسلامی تعلیمات اور تعلیمات صوفیاء کے منافی ہیں۔ لہٰذا کسی بھی شیخ، مرشد یا ولی کی محبت وتعظیم کا تقاضا یہ ہرگز نہیں کہ اس کے سامنے یا قبر کے سامنے ایسے افعال کیے جائیں جو کہ عبادت کا شبہ پیدا کرتے ہوں۔

موروثی نظام

اسلام میں شیخ یا مرشد کا منصب نسب، خاندان یا وراثت کی بنیاد پر نہیں بلکہ تقویٰ، علم، تزکیہ نفس اور اہلیت کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے۔ عصر حاضر میں تصور شیخ کے حوالے سے موروثی نظام مشیخت بھی ایک اہم موضوع ہے۔ موروثی نظام سے مراد یہ ہے کہ کسی شیخ، پیر یا مرشد کی وفات کے بعد اس کا منصب ارشاد محض خاندانی نسبت کی بنیاد پر اولاد کو منتقل کر دیا جائے خواہ اس میں وہ علمی، اخلاقی اور روحانی اہلیت موجود ہو یا نہ ہو۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

اِنَّ اَكۡرَمَكُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ اَتۡقٰٮكُمۡ (۱۱)

(بے شک زیادہ عزت والا تم میں سے اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے۔)

اس آیت مبارک میں اللہ رب العزت نے اس اصول کو واضح فرما دیا کہ دین اسلام میں فضیلت کا معیار تقویٰ ہے نہ کہ معیار نسب اور خاندان۔ اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ کا بھی فرمان مبارک ہے کہ:

إِذَا وُسِّدَ الْأَمْرُ إِلَى غَيْرِ أَهْلِهِ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ (۱۲)

جب معاملات نااہل لوگوں کے سپرد کر دیے جائیں تو قیامت آنے کا انتظار کرو۔)(

اس حدیث مبارک سے معلوم ہوتا ہے کہ دینی منصب خواہ وہ قضا، امامت، تدریس یا مشیخت ہو صرف اس کے اہل افراد کو دیا جانا چاہیے۔ اگر محض موروثی بنیاد پر اہلیت کو نظر انداز کرتے ہوئے کسی کو خرقہ خلافت دے دیا جائے تو یہ اس امانت میں خیانت کرنے کے مترادف ہے جس سے دینی وروحانی نظام میں فساد قائم ہو سکتا ہے۔ اگر جانشین علم، تقویٰ، اتباع شریعت اور اس منصب کی اہلیت رکھتا ہو یہ جانشینی قابل اعتراض وتنقید نہیں۔

آئمہ کرام نے بھی شیخ کے انتخاب میں اتباع سنت، اور علم و تقویٰ کو بنیادی شرط قرار دیا ہے۔ صوفیاء عظام کے ہاں خلافت کا معیار خاندانی وراثت نہیں بلکہ روحانی و علمی اہلیت تھا۔ اسی لیے شیوخ اپنے ان مریدین کو خرقہ خلافت عطا کرتے تھے جو علم، عمل، تقویٰ اور تزکیہ نفس میں کامل ہوتے۔ لہٰذا اصل بنیاد اہلیت و اجازت تھی نہ کہ نسب و خاندان۔ اکابر شیوخ عظام کے نزدیک منصب شیخ کا اہل ہونے کے لیے جن شرائط کا پایا جانا ضروری ہے اس سے متعلق حقائق عن التصوف میں قول مبارک ہے کہ:

وللمرشد شروط لابدمنهاحتیٰ یتاهل لارشاد الناس وهی الربعه: ،ان یکون عارفا بالله تعالیٰ، ان یکون بطرائق تزکیه النفوس ووسائل تربیه، ان یکون ماذونا بالارشادمن شیخه(۱۳)

(اور مرشد کے لیے چند ایسی شرائط ہیں جن کا پایا جانا ضروری ہے تاکہ وہ لوگوں کی راہنمائی کا اہل بن سکے وہ شرائط چار ہیں: ، وہ اللہ رب العزت کی معرفت رکھنے والا ہو، وہ تزکیہ نفس کے طریقوں اور تربیت کے وسائل سے بخوبی واقف ہو، وہ اپنے شیخ سے ارشاد و تربیت کی اجازت حاصل کر چکا ہو۔)

ان تمام نصوص و اقوال سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ شیخ کا منصب اسی کو دیا جائے گا جو اس کا اہل ہو مگر عصر حاضر کی بعض خانقاہوں میں اس موروثی نظام کے باعث ایسے افراد کا تقرر بھی اس منصب پر ہوتا ہے جن میں مطلوبہ علمی و روحانی اہلیت نہیں پائی جاتی۔ اور اس کے نتیجے میں اصلاح و تربیت کا اصل مقصد متاثر ہوتا نظر آتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ تصوف پر غیر ضروری اعتراضات بھی جنم لیتے ہیں۔

غیر شرعی رسوم و رواج

دور حاضر میں تصور شیخ کے حوالے سے ایک اہم تنقیدی پہلو غیر شرعی رسوم و رواج کا تصوف میں شامل ہو جانا ہے۔ دین اسلام میں عبادات وعقائد و دینی معاملات کی بنیاد قرآن و سنت پر رکھی ہے۔ مگر بعض علاقوں میں غیر شرعی رسومات کو دین و تصوف کا حصہ سمجھ لیا گیا ہے۔ اس وجہ سے بعض ایسے اعمال رائج ہو چکے ہیں جن کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ملتی۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ(۱۴)

(پھر ہم نے آپ کو دین کے ایک طریقہ پر مقرر کر دیا پس آپ اسی کی پیروی کیجیے اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کیجیے جو علم نہیں رکھتے۔)

اس آیت مبارکہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ دین میں اصل معیار شریعت ہے نہ کہ لوگوں کی خود ساختہ رسم و رواج لہٰذا وہ رسم و رواج یا طرز عمل جو شریعت اسلامیہ کے خلاف ہو قابل قبول نہیں۔ اسی بنا پر عصر حاضر میں قائم ہونے والی رسم و رواج کو بھی قرآن و سنت کی کسوٹی پر پرکھنا ضروری ہے تاکہ دین اسلام میں اضافی امور کے درمیان امتیاز قائم رہے۔ اسی سے متعلق نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ فِيهِ فَهُوَ رَدٌّ (۱۵)

(جس نے ہمارے دین میں از خود کوئی ایسی چیز نکالی جو اس میں نہیں تھی تو وہ رد ہے۔)

مذکورہ حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ایسے امور کو دین اسلام میں شامل کرنا جن کی شریعت میں کوئی اصل نہ ہو جائز نہیں۔لہذا تصوف کے نام پر خانقاہوں اور شیوخ عظام کے مزارات پر ایسی رسوم ورواج جس میں خلاف سنت امور شامل ہوں وہ ان کی شرعی حیثیت کا تعین قرآن وسنت کی روشنی میں کیا جانا لازمی ہے تاکہ حقیقی تصوف اور غیر شرعی رسومات کے درمیان واضح امتیاز قائم کیا جا سکے۔اولیاء کرام اور آئمہ تصوف نے بھی ہمیشہ اسی بات پر زور دیا ہے کہ تصوف کی بنیاد کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ ہے نہ کہ خود ساختہ رسوم و رواج۔

موجودہ دور میں دیکھا جائے تو بعض علاقہ جات میں ایسی کئی رسوم ورواج شیخ یا پیر کی نسبت سے قائم کر لی گئی ہیں جن کی اصل قرآن وسنت میں نہیں ملتی۔اس طرح کے رجحانات تصوف کی حقیقت سے ہم آہنگ نہیں کیونکہ تصوف کا اصل مقصد اصلاح باطن، تزکیہ نفس اور اتباع سنت ہے نہ کہ غیر شرعی رسوم ورواج کو فروغ دینا ہے۔

چندہ اور مالی استحصال

دور حاضر میں تصور شیخ کے تنقیدی پہلو کے حوالے سے چندہ اور مالی استحصال بھی قابل توجہ ہے۔دین اسلام نے دینی، رفاہی، تعلیمی اور تبلیغی مقاصد کے حصول کے لیے صدقات، زکوٰۃ اور رضاکارانہ مالی تعاون کی اجازت دی ہے اور اس کی حوصلہ افزائی کی ہے۔لہذا کسی شیخ، خانقاہ یا کسی دینی ادارے لے لیے جائز طریقہ سے چندہ جمع کرنا قابل اعتراض نہیں البتہ جب اس سلسلے میں شریعت کے مقرر کردہ قوانین کو پامال کیا جائے اور ان سے انحراف کیا جائے تو یہ موضوع باعث تنقید بن جاتا ہے۔

بعض مقامات پر نذرانہ کو سالک کی روحانی ترقی، شیخ کی رضا اور بیعت کی تکمیل کے ساتھ اس انداز سے جوڑا جاتا ہے کہ سالک خود کو مالی تعاون پر مجبور محسوس کرتا ہے۔لہذا اس قسم کا طرز عمل اسلامی اصولوں کے سراسر خلاف ہے کیونکہ دین اسلام میں اللہ رب العزت کے نزدیک فضیلت کا معیار مال نہیں بلکہ فقط تقویٰ ہے۔

دین اسلام نے عمومی طور پر ہر قسم کے مالی استحصال اور باطل طریقے سے دوسروں کا مال کھانے کو حرام قرار دیا ہے۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (۱۶)

(اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ۔)

اس عمومی حکم کے بعد قرآن کریم نے خصوصیت کے ساتھ ان مذہبی پیشواؤں کی مذمت فرمائی ہے جو اپنی دینی حیثیت کو لوگوں کے اموال ناجائز طریقے سے حاصل کرنے کا ذریعہ بناتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ (١٧)

(اے ایمان والو! بہت سے عالم اور درویش لوگوں کا مال ناحق کھاتے ہیں۔)

ن دونوں آیات سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام نہ صرف عام طور پر باطل طریقے سے مال حاصل کرنے کو ممنوع قرار دیتا ہے بلکہ مذہبی مقام و مرتبہ کو لوگوں کے مالی استحصال کا ذریعہ بنانا بھی سخت قابلِ مذمت ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شیخ یا روحانی پیشوا مریدین کی عقیدت، خوف یا روحانی وابستگی سے ناجائز مالی منفعت حاصل کرے تو یہ قرآن کے ان واضح احکام کے خلاف ہے۔

حقیقی آئمہ تصوف اور شیوخ کامل نے کبھی روحانی تربیت کو مالی منفعت کا ذریعہ نہیں بنایا بلکہ للّٰہیت، تقویٰ اور خدمت خلق کے جذبہ سے سرشار ہو کر اصلاح انسانیت مقصد کے تحت اپنی حیات کو وقف کیا۔

کرامات کے غلط تصورات

اسلام میں اولیاء اللہ کی کرامات کا ثبوت قرآن، سنت سے ملتا ہے۔ کرامت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نیک بندوں کو عطا ہونے والا ایک غیر معمولی امر ہے، جس میں ولی کا کوئی ذاتی اختیار نہیں ہوتا بلکہ وہ محض اللہ کی مشیت سے ظاہر ہوتی ہے۔

تاہم عصر حاضر میں بعض افراد نے کرامات کے تصور کو غلط انداز میں پیش کیا ہے۔ بعض مشائخ معمولی واقعات کو کرامت قرار دے کر لوگوں کو متاثر کرتے ہیں، جھوٹی کرامات بیان کرتے ہیں یا کرامت کے دعووں کے ذریعے مریدین میں غیر معمولی عقیدت پیدا کر کے مالی اور روحانی استحصال کرتے ہیں، جبکہ شریعت کی نظر میں کرامت کا اصل معیار تقویٰ، اتباعِ سنت اور استقامت ہے، نہ کہ خارقِ عادت واقعات۔ اولیاء اللہ کی کرامات برحق ہیں، تاہم کرامت کسی شخص کی ولایت یا شیخ ہونے کا بنیادی معیار نہیں۔ قرآن و سنت اور اکابر صوفیہ کی تعلیمات سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ کی اصل پہچان اس کی استقامت، تقویٰ اور اتباعِ شریعت ہے، نہ کہ خارقِ عادت امور۔ اسی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے علماء نے کرامات کے بارے میں اعتدال کا راستہ اختیار کرنے کی تلقین کی ہے۔

و نظرتم إلى رجل أعطي من الكرامات إلى أن يرتفع في الهواء، فلا تغتروا به حتى تنظروا كيف تجدونه عند الأمر والنهي وحفظ الحدود وأداء الشريعة(١٨)

(اگر تم کسی ایسے شخص کو دیکھو جسے اس قدر کرامات عطا کی گئی ہوں کہ وہ ہوا میں بلند ہو جائے، تو اس سے ہرگز دھوکا نہ کھانا، یہاں تک کہ تم یہ دیکھ لو کہ وہ اللہ کے احکام و نواہی کی پابندی، حدودِ شریعت کی حفاظت اور شریعت پر عمل کرنے میں کیسا ہے۔)

مذکورہ قول سے واضح ہوتا ہے کہ کرامت بذاتِ خود کسی شخص کی حقانیت یا اس کی پیروی کے وجوب کی دلیل نہیں، بلکہ اصل معیار اس کا شریعتِ مطہرہ کا پابند ہونا ہے۔ اگر کوئی شخص غیر معمولی امور کا مظاہرہ کرے لیکن قرآن و سنت کی تعلیمات، حدودِ الٰہی اور احکامِ شریعت کی پاسداری نہ کرے تو اس کی کرامات قابلِ اعتبار نہیں۔ اسی بنا پر عصر حاضر میں بعض نام نہاد مشائخ کی طرف منسوب کرامات کو بلا تحقیق قبول کرنا اور انہیں حقانیت کا قطعی معیار سمجھ لینا غلو کا باعث بنتا ہے، جبکہ صحیح تصورِ شیخ یہ ہے کہ اس کی عظمت کا معیار اتباعِ شریعت، تقویٰ، علم اور حسنِ کردار ہو۔

عصر حاضر میں شیخ کا تصور مختلف رجحانات سے متاثر ہوا ہے۔ ایک طرف ایسے باعمل اور متبع سنت شیوخ موجود ہیں جو تزکیۂ نفس، اصلاح اخلاق، اتباع شریعت اور روحانی تربیت کے ذریعے افراد کی دینی و اخلاقی اصلاح کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، جبکہ دوسری طرف بعض افراد نے مشیخت کو موروثیت، شخصیت پرستی، مالی استحصال، اندھی تقلید اور غیر شرعی رسوم و رواج کا ذریعہ بنا دیا ہے، جس سے شیخ کے حقیقی مقام و منصب پر منفی اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ اس تحقیقی و تنقیدی جائزے سے یہ حقیقت واضح ہوئی کہ اسلام میں شیخ کی حیثیت ایک ایسے مربی اور راہنما کی ہے جو قرآن و سنت کی روشنی میں سالک کی اصلاح اور تربیت کرے۔ حقیقی شیخ وہی ہے جو علمِ شریعت، تقویٰ، اخلاص، حسنِ اخلاق اور اتباعِ سنت جیسی صفات کا حامل ہو، جبکہ اس کی اطاعت بھی صرف شریعت کے دائرے میں معتبر ہے۔ اس کے برعکس ہر وہ نظریہ یا عمل جو کتاب و سنت کے خلاف ہو، قابل قبول نہیں۔

لہٰذا موجودہ دور میں ضرورت اس امر کی ہے کہ شیخ کے تصور کو قرآن و سنت اور اکابر صوفیہ کی تعلیمات کی روشنی میں سمجھا جائے، غلو، بدعات اور غیر شرعی رسومات سے اجتناب کیا جائے، اور ایسے شیوخ کی صحبت اختیار کی جائے جو اپنی تعلیم، عمل اور کردار سے اسلامی تعلیمات کے حقیقی نمائندہ ہوں۔ یہی طرزِ عمل تصوف کی اصل روح کو برقرار رکھنے اور معاشرے کی دینی و روحانی اصلاح کا مؤثر ذریعہ ثابت ہو سکتا ہے۔

خلاصہ بحث

اسلامی تصوف اپنی اصل روح کے اعتبار سے قرآن و سنت کی عملی تعبیر، تزکیۂ نفس، اصلاحِ اخلاق، احسان اور قربِ الٰہی کا راستہ ہے، جبکہ حقیقی شیخ وہ ہے جو اپنے علم، عمل، تقویٰ، استقامت اور اتباعِ سنت کے ذریعے سالک کی اصلاح کرے۔ اس کے برعکس ہر وہ تصور، رسم یا طرزِ عمل جو شریعت سے متصادم ہو، خواہ وہ کسی بھی شیخ یا سلسلے سے منسوب ہو، اسلامی تصوف کی نمائندگی نہیں کرتا۔

لہٰذا عصرِ حاضر میں اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ تصورِ شیخ کو قرآن و سنت اور اکابر صوفیہ کی اصل تعلیمات کی روشنی میں دوبارہ سمجھا جائے، شیخ کے انتخاب میں علم، تقویٰ، اتباعِ شریعت اور حسنِ کردار کو بنیادی معیار بنایا جائے، عوام میں تحقیقی شعور پیدا کیا جائے، اور تصوف کو ان تمام بدعات، غلو اور غیر شرعی رسوم سے پاک کیا جائے جو وقت گزرنے کے ساتھ اس سے وابستہ ہو گئی ہیں۔ اسی صورت میں تصوف اپنی حقیقی روح کے ساتھ معاشرے کی اخلاقی و روحانی اصلاح کا مؤثر ذریعہ بن سکتا ہے اور شیخ کا تصور بھی اپنے اصل اسلامی خدوخال کے ساتھ امت کے سامنے نمایاں ہو سکتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ سورہ آل عمران ۳:۱۶۴

۲۔ مرتضٰی الحسینی الزبیدی، تاج العروس من جواھر القاموس، وزارت الارشاد والانباء، الکویت، ۱۹۶۵ء، ج۴، ص۲۸۶

۳۔ مجمعہ اللغتہ العربیہ بالقاہرہ، مکتبہ الشروق الدولیہ، قاہرہ، المعجم الوسیط، ج ا ص۴۹۸

۴۔ محمد علی تھانوی، کشاف اصطلاحات فنون والعلوم، مکتبہ لبنان، بیروت، لبنان ۱۹۹۶ء، ج ا، ص ۱۰۴۹

۵۔ سورۃ البقرہ ۲:۱۷۰

۶۔ محمد بن عیسیٰ، سنن ترمذی، کتاب الجہاد عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب ماجاء لا طاعۃ لمخلوق في معصیۃ الخالق، رقم الحدیث: ۱۷۰۷

۷۔ سعید بن علي بن وھف القحطاني، مواقف التابعین وأتباعھم في الدعوۃ إلی اللہ تعالی، مطبعۃ سفیر، الریاض، س ن، ص ۲۶

۸۔ ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم، لسان العرب، دار صادر، ۲۰۰۳ء، ج۱۱

۹۔ سورۃ النساء ۴:۱۷۱

۱۰۔ محمد بن اسماعیلؒ، صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب واذکر فی الکتاب مریم إذ انتبذت من أھلھا، رقم الحدیث: ۳۴۴۵

۱۱۔ سورۃ الحجرات ۴۹:۱۳

۱۲۔ محمد بن اسماعیلؒ، صحیح بخاری، کتاب العلم، باب من سُئل علما وھو مشتغل فی حدیث فاتم الحدیث ثم اجاب السائل، رقم الحدیث: ۵۹

۱۳۔ عبد القادر عیسیٰ، حقائق عن التصوف، دار العرفان، حلب، ۲۰۰۷ء، ص: ۶۹

۱۴۔ سورۃ الجاثیہ ۴۵:۱۸

۱۵۔ صحیح بخاری، کتاب الصلح، اب إذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود، رقم الحدیث ۲۶۹۷

۱۶۔ سورۃ النساء ۴:۲۹

۱۷۔ سورۃ التوبہ ۸:۳۴

۱۸۔ مفرح بن سلیمان القوسی، قیم السلوک مع اللہ عند ابن قیم الجوزیۃ، ش ن، ۱۴۳۰ھ، ج۲، ص ۲۲